

امریکہ و نیٹو کی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کنٹینروں سے متعلق ایک اہم فتویٰ

جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

- کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
- امریکیوں کے لیے جن کنٹینروں میں سامان لے جایا جاتا ہے ان میں مختلف اقسام کا سامان ہوتا ہے، اگر ان کنٹینروں کو مجاہدین قبضہ میں لے لیں:
- تو اس سامان کا کیا حکم ہے؟ آیا اس کو جلایا جائے یا غنیمت بنایا جائے؟
 - اس کنٹینر کے ڈرائیور کا کیا حکم ہے؟ آیا اس کو قتل کیا جائے یا قید کیا جائے یا تاوان لے کر چھوڑا جائے یا مار پیٹ کر چھوڑ دیا جائے؟
 - اس کنٹینر کا کیا حکم ہے جب اس کا ڈرائیور خود ہی اس کا مالک ہو تو کیا اس کنٹینر کو جلایا جائے یا غنیمت میں لیا جائے؟
- برائے مہربانی نصوص قطعہ کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

مستفتی: عبد اللہ

الجواب حامداً ومصلحاً،

۱۔ واضح رہے کہ جہاد فی سبیل اللہ (یعنی لڑائی) کے دوران غلبہ و قوت کے بل بوتے پر کفار کا جو مال و متاع مجاہدین کے ہاتھ آئے اسے شرعاً ”مالِ غنیمت“ کہا جاتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”الغنیمۃ إسم لمال مأخوذ من الکفرة بالقهر والغلبة والحرب قائمة قبل الإحراز بدار الإسلام۔“

”غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو لڑائی کے دوران (اور) دارالاسلام میں داخل ہونے سے پہلے بزورِ قوت کفار سے حاصل کیا جائے۔“

[الهندیۃ: ۲/۲۰۲، الباب الرابع فی الغنائم، الفصل الأول، ط: رشیدیہ]

فتاویٰ شامی میں ہے:

”فی المغرب: الغنیمۃ ما نیل من الکفار عنوة والحرب قائمة فتخمس، وباقیہا للغنائم۔“

”کتاب المغرب فی ترتیب المغرب میں لکھا ہے: ’غنیمت‘ اس مال کو کہتے ہیں جو دورانِ لڑائی کفار سے بزورِ قوت حاصل کیا جائے اور پھر اس میں سے خمس نکالا جائے، اور باقی (چار) حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں۔“

[شامی: ۴/۱۳۷، باب المغنم وقسمۃ، ط: سعید]

لہذا صورتِ مسئلہ میں امریکیوں کی امداد کے لیے کنٹینروں میں جو سامان بھیجا جاتا ہے، اگر مجاہدین کسی طرح غلبہ پا کر اس پر قبضہ کر لیں تو یہ شرعاً جائز ہے اور یہ مال اور سامان جس قسم کا بھی ہو مجاہدین کے حق میں مالِ غنیمت ہو گا۔

ہجرت کے بعد کے ابتدائی دور میں جو غزوات اور سرایا پیش آئے وہ اکثر اسی طرح کے تھے کہ حضور ﷺ کو جب یہ اطلاع ملتی تھی کہ قریش کا کوئی تجارتی قافلہ شام وغیرہ سے مدینہ منورہ کے راستے مکہ مکرمہ جا رہا ہے تو آپ ﷺ فوراً صحابہ کی ایک جماعت کو اس کے تعاقب میں روانہ فرماتے۔ اس طرح کے متعدد غزوات اور سرایا ہجرت کے فوراً بعد پیش آئے، جیسا کہ سریہء حمزہ رضی اللہ عنہ، سریہء سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، غزوہٴ عثیرہ اور غزوہٴ بواط وغیرہ۔ اور سب

امریکہ و نیو کی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کنٹینرز کے متعلق اہم فتویٰ ----- فاسئلوا اهل الذکر

سے بڑھ کر اسلام کا سب سے بڑا غزوہ ”غزوہ بدر کبریٰ“ کا سبب بھی یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ کو شروع رمضان ۲ھ کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان، قریش کے قافلہ تجارت کو شام سے مکہ واپس لا رہا ہے اور وہ قافلہ مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے اس کی خبر دی اور اس کے تعاقب میں نکلنے کا حکم فرمایا اور خود بھی ساتھ جانے کی تیاری فرمائی۔ بالآخر ایک عظیم جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑی کامیابی و فتح عطا فرمائی اور غنیمت سے مالا مال فرمایا۔ ”المواہب اللدنیہ“ میں ہے:

”ثم غزوة بدر الكبرى..... فقد كانت هذه الغزوة أعظم غزوات الإسلام..... وكان خروجهم يوم السبت لثنتي عشرة خلت من رمضان على رأس تسعة عشر شهراً..... وإنما قصد ﷺ والمسلمون التعرض لعبير قريش، وذلك إن أبا سفيان كان بالشام في ثلاثين راكباً، منهم عمرو بن العاص، فأقبلوا في قافلة عظيمة، فيها أموال قريش، حتى إذا كانوا قريباً من بدر، فبلغ النبي ﷺ ذلك فندب أصحابه إليهم وأخبرهم بكثرة المال وقلة العدد، وقال: هذه عبر لقريش فيها أموال فاخرجوا إليها، لعل الله أن ينفلكموها..... ولما التقى الجمعان تناول ﷺ كفاً من الحصاد فرمى به في وجومهم وقال: شامت الوجوه..... فانهزموا وقتل الله من قتل من صناديد قريش وأسر من أسر من أمرائهم..... ثم أقبل ﷺ قافلاً إلى المدينة ومعه الأسارى من المشركين واحتمل النفل..... فلما خرج من مضيق الصفراء قسم النفل بين المسلمين“۔ قال تحتہ فی الشرح: (”واحتمل النفل) بفتح النون والفاء: ”الغنیمۃ“ والجمع: الأنفال۔“

”بلاشبہ غزوہ بدر کبریٰ اسلام کی جنگوں میں سب سے اہم جنگ تھی۔ مسلمان ہجرت کے انیسویں مہینے رمضان المبارک کے بارویں روز اس غزوے کے لیے نکلے۔ اس جنگ میں آپ ﷺ اور مسلمانوں کا مقصود قافلہ قریش تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ابوسفیان تیس سواروں کے ہمراہ شام گئے ہوئے تھے جن میں عمرو بن عاص بھی شامل تھے۔ یہ لوگ ایک عظیم قافلہ لے کر چلے جس میں قریش کا بیش بہا سامان (تجارت) تھا۔ جب یہ قافلہ بدر کے قریب پہنچا تو رسول اللہ ﷺ تک اس قافلے کی اطلاع پہنچی۔ آپ ﷺ نے

امریکہ و نیوزیکی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کنٹینروں کے متعلق اہم فتویٰ ----- فاسئلوا اهل الذکر

اسی وقت صحابہ کرام کو اس کی جانب متوجہ کیا اور انھیں خبر دی کہ اس قافلے میں تھوڑے افراد ہیں جبکہ مال بیش بہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں بہت سامان ہے، پس اس کی جانب نکلو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بطور 'نفل' (یعنی بطورِ غنیمت) تمہیں عطا فرمائے گا۔ پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے مٹھی بھر ریت اٹھائی اور اسے مشرکین کے چہروں کی جانب یہ کہتے ہوئے پھینکا کہ: یہ چہرے نامراد ہوں! پس اس لشکرِ کفار کو شکست ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قریش کے سرداروں میں سے جسے چاہا (مسلمانوں کے ہاتھوں) قتل کیا اور جسے چاہا گرفتار کر دیا۔ پھر آپ ﷺ مدینہ واپس لوٹے اور آپ کے ہمراہ کفار کے قیدی اور بہت سامانِ غنیمت تھا۔ جب آپ ﷺ صفراء کے درے سے نکلے تو آپ نے اس مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ شرح میں لکھتے ہیں: 'نفل' سے مراد 'غنیمت' ہے، اور اس کی جمع 'انفال' ہے۔“

[المواہب اللدنیة بالمنہج المحمدیة مع شرح الزرقانی: ۲/۲۵۵، ۳۳۵، باب غزوة بدر العظمی، ط: العلمیة، بیروت]

اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد جب حضور ﷺ نے شرائط کی رُو سے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو کفار کی طرف واپس فرما دیا تھا تو وہ (مشرکین سے بھاگ کر) سمندر کے کنارے ایک مقام پر رک گئے تھے۔ پھر جب مکہ مکرمہ میں دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو (جو کفار کے پاس پھنسے ہوئے تھے اور ان کے ڈر سے ہجرت نہیں کر سکتے تھے یا نئے نئے مسلمان ہوئے تھے) پتہ چلا تو وہ بھی ان کے پاس آکر جمع ہوتے رہے حتیٰ کہ یہ ستر ۷۰ آدمیوں اور ایک روایت کے مطابق تین سو ۳۰۰ آدمیوں کی ایک جماعت بن گئی۔ اب ان حضرات کو جب بھی پتہ چلتا کہ کفار کا تجارتی قافلہ شام جا رہا ہے (یا وہاں سے واپس آ رہا ہے) تو یہ اس کو روک لیتے اور اس کے سامان وغیرہ پر قبضہ کر کے اسے غنیمت بنا لیتے۔ اور حضور ﷺ نے معلوم ہونے کے باوجود ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی اور نہ ہی انھیں منع فرمایا۔ چنانچہ "نیل الأوطار" میں ہے:

”ثم رجع النبي ﷺ إلى المدينة، فجاءه أبو بصير رجل من قريش وهو مسلم فأرسلوا في طلبه رجلين، فقالوا: العهد الذي جعلت لنا فدفعه إلى

امریکہ و نیو کی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کنٹینرز کے متعلق اہم فتویٰ ----- فاسئلوا اهل الذکر

الرجلین..... فخرج حتى أتى سيف البحر، قال: وَتَفَلَّتْ مِنْهُمْ أَبُو جَنْدَلِ بْنِ سَهِيلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عَصَابَةٌ، فَوَاللَّهِ مَا يَسْمَعُونَ بَعْدَ خُرْجَتِ لَقْرِيشَ إِلَى الشَّامِ إِلَّا اعْتَرَضُوا لَهَا فَقَتَلُوهُمْ وَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ، قَالَ فِي النَّيْلِ: (قَوْلُهُ عَصَابَةٌ) أَي: جَمَاعَةٌ وَلَا وَاحِدَ لَهَا مِنْ لَفْظِهَا، وَهِيَ تَطْلُقُ عَلَى الْأَرْبَعِينَ فَمَا دُونَهَا، وَفِي رَوَايَةِ ابْنِ إِسْحَاقَ: إِنَّهُمْ بَلَّغُوا نَحْوَ السَّبْعِينَ نَفْسًا، وَزَعَمَ سَهِيلِي أَنَّهُمْ بَلَّغُوا ثَلَاثِمِائَةَ رَجُلٍ..... وَفِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ مِنْ فَعَلٍ مِثْلَ أَبِي بَصِيرٍ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ قَوْدٌ وَلَا دِيَّةٌ“۔

”پھر (صلح حدیبیہ کے بعد) نبی ﷺ مدینہ واپس لوٹ آئے۔ اتنے میں قریش کے ایک مسلمان ابو بصیر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ قریش نے دو افراد کو ان کی واپسی کے لیے بھیجا۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: وہ معاہدہ جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے، اسے ایفا کیجیے۔ پس آپ ﷺ نے ابو بصیر کو ان افراد کے حوالے کر دیا۔ ابو بصیر رضی اللہ عنہ ان سے جان چھڑا کر سيف البحر جا پہنچے۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ بھی مشرکین مکہ سے جان بچا کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے آئے۔ ایسے میں یہ افراد کا ایک جتھہ بن گیا۔ سو اللہ کی قسم! یہ لوگ قریش کے جس قافلے کی بابت بھی سنتے کہ وہ شام کے لیے نکلا ہے تو اس سے جا بھرتے، انھیں قتل کرتے اور ان کا مال اپنے قبضے میں لے لیتے۔ صاحب نیل نے دوسری جگہ لکھا ہے: ‘عصابة’ سے مراد جماعت (جتھہ) ہے۔ اس لفظ کی واحد نہیں اور یہ چالیس افراد کے مجموعے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ان لوگوں کی تعداد ستر تک پہنچ گئی تھی۔ سہیلی کا خیال ہے کہ ان لوگوں کی تعداد تین سو تھی۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ جیسا عمل کرے گا تو نہ وہ سزا کا مستحق ہے اور نہ اس پر کوئی دیت ہے۔“

[نیل الأوطار شرح منتقى الأخبار من أحاديث سيد الأخيار: ۳۸/۸، ۵۱، باب ما يجوز من الشروط مع الكفار إلخ، قصة أبي جندل مع المشركين، ط: مصطفى البابي، مصر]

پس معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین کی قوت توڑنے کے لیے ان کی تجارتی و معاشی سرگرمیوں کو روکنا، خصوصاً حالت جنگ میں ان کے فوجیوں کے لیے جانے والی امداد کی ناکہ بندی کرنا اور اس پر قبضہ کر کے غنیمت بنانا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے تاکہ وہ معاشی طور پر کمزور ہوں اور مسلمانوں پر ظلم نہ کر سکیں!

۲۔ واضح رہے کہ مسلمانوں کا کفار سے دوستی کرنا، انھیں تقویت پہنچانا یا ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کرنا، خاص کر جب اس سے دیگر مسلمانوں کا نقصان ہو، شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ جو لوگ کفار کے ساتھ دوستیاں کرتے ہیں اور بالواسطہ یا بلاواسطہ، ارادی یا غیر ارادی طور پر تنبیہ کے باوجود ان کی مدد کرتے ہیں، ایسے لوگوں سے قرآن و حدیث میں برأت کا اعلان کیا گیا ہے اور انہیں سخت وعید سنائی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (المائدة: ۵۱)

”اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا، بے شک وہ ان ہی میں سے ہو گا۔ یقیناً اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتے۔“

تفسیر طبری میں ہے:-

”القول في تأويل قوله: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ، اختلف أهل التأويل في المعنى بهذه الآية وإن كان مأموراً بذلك جميع المؤمنين..... والصواب من القول في ذلك عندنا أن يقال: إن الله تعالى ذكره، نهى المؤمنين جميعاً أن يتخذوا اليهود والنصارى أنصاراً وحلفاء على أهل الإيمان بالله ورسوله، وأخبر إن من اتخذهم نصيراً وحليفاً وولياً من دون الله ورسوله والمؤمنين ”فإنه منهم“ في التحزب على الله وعلى رسوله والمؤمنين وإن الله ورسوله منه بريئان..... ”ومن يتولاهم منكم فإنه منهم“ ومن يتولى اليهود والنصارى دون المؤمنين فإنه منهم، يقول: فإن من تولاهم ونصرهم على المؤمنين فهو من أهل دينهم وملتهم، فإنه لا يتولى متول أحداً إلا وهو به وبدينه وما هو عليه راض،

وإذا رضيہ ورضي دينه فقد عادى ما خالفه وسخطه وصار حكمه، حكمه۔“

”آیت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ“ کی تفسیر: اہل تاویل کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا اس آیت میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے یا نہیں!

..... اور ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام مسلمانوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست اور مددگار بنائیں۔ اور یہ بتایا ہے کہ جو کوئی اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے مقابلے میں انھیں اپنا دوست، حلیف اور مددگار بنائے گا تو وہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے مقابلے میں یہود و نصاریٰ کے گروہ میں شمار ہو گا، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس شخص سے بری ہوں گے۔

..... ”ومن يتولهم منكم فإنه منهم“ یعنی اور جو کوئی مسلمانوں کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست بنائے گا وہ انھی میں سے ہو گا۔ سو جو کوئی مومنین کے مقابلے میں انھیں اپنا دوست بنائے گا اور ان کی مدد کرے گا تو وہ انھی کے دین و ملت والا شمار ہو گا، کیونکہ کوئی شخص کسی دوسرے سے اسی وقت دوستی کرتا ہے جب وہ اس سے اور اس کے دین سے راضی ہوتا ہے، اور جب وہ اس سے اور اس کے دین سے راضی ہو تو گویا اس نے اس دوست کی مخالفت کرنے والے دین سے دشمنی کی۔ پس ان دونوں کا حکم ایک سا ہوا۔“

[جامع البیان فی تاویل القرآن للطبري: ۱۷۷/۶، ۱۷۹، المائدة ط: دارالمعرفة]

نیز تفسیر کبیر میں ہے:

”قوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ... ومعنى لا تتخذوهم: أي لا تعتمدوا على الإستنصار بهم ولا تتوددوا إليهم، ثم قال: ومن يتولهم منكم فإنه منهم، قال ابن عباس يريد كأنه مثلهم، وهذا تغليظ من الله وتشديد في وجوب مجانبة المخالف في الدين۔“

امریکہ و نیو کی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کینیڈوں کے متعلق اہم فتویٰ ----- فاسئلوا اهل الذکر

”اللہ تعالیٰ کا فرمان: ’انھیں دوست نہ بناؤ‘ کا مطلب یہ ہے کہ مدد طلب کرنے کے معاملے میں ان پر اعتماد نہ کرو اور نہ ہی ان کی جانب محبت کی پیشگیں بڑھاؤ۔ پھر فرمایا: اور جو کوئی انھیں دوست بنائے گا تو وہ انھی میں سے ہو گا۔ (اس کے ذیل میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہے۔ یہ آیت رب تعالیٰ کے اس سخت حکم کو بیان کرتی ہے کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ کفار سے مکمل کنارہ کشی اختیار کریں۔“

[التفسير الكبير للرازي: ۱۵/۱۲، ۱۶، الطبعة الثالثة]

[وكذا في: تفسير ابن كثير: ۵۶۱/۲، المائدة- ۵۱، ط: مكتبة فاروقية۔

وكذا في: أحكام القرآن للجصاص: ۲۱۶/۲، ۲۱۷، مطلب الكافر لا يكون وليا للمسلم، ط:

قديمي۔

وكذا في: الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۲۱۶/۶، ۲۱۷، ط: الهيئة المصرية العامة للكتب۔]

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ﴾ (آل عمران: ۲۸)

”مومن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا، اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، الا یہ کہ تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لیے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو۔ اور اللہ تمہیں اپنے (عذاب) سے بچاتا ہے۔ اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔“

تفسیر طبری میں ہے:

”القول في تأويل قوله: لا يتخذ المؤمنون الكافرين..... ومعنى ذلك لا تتخذوا أيها المؤمنون الكفار ظهراً وأنصاراً وتوالونهم على دينهم وتظاهرونها على المسلمين من دون المؤمنين وتدلونهم على عورتهم فإنه من يفعل ذلك فليس من الله في شيء يعني بذلك: فقد بريء من الله وبريء الله منه بإرتداده عن دينه ودخوله في الكفر“۔

”آیت لا یتخذ المؤمنون الخ..... کی تفسیر: اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اہل ایمان! تم کفار کو ہرگز اپنا انصار و مددگار نہ بناؤ، اس طرح کہ تم ان کے کفر کے باوجود ان سے دوستی کرو، مومنوں کو چھوڑ کر انھیں مسلمانوں پر غالب کرو اور مسلمانوں کے رازوں سے انھیں آگاہ کرو۔ پس جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، یعنی اس کے دین سے ارتداد اور کفر میں داخل ہو جانے کے سبب وہ اللہ سے بری ہوا اور اللہ اس سے بری ہوئے۔“

[جامع البیان فی تاویل القرآن للطبری: ۳/۲۲۷، ط: العلمیہ۔]
[وکنذا فی: تفسیر ابن کثیر: ۶۹۸/۲، آل عمران: ۲۸، ط: دار ابن حزم۔]
[وکنذا فی: احکام القرآن للجصاص: ۱۱/۲، ۱۲، ط: العلمیہ بیروت۔]
[وکنذا فی: الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۵/۸۷، ط: مؤسسة الرسالة۔]
[وکنذا فی: تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: المسمی: التفسیر الماثور: ۲/۱۲۹، رقم الحدیث: ۳۴۲۶ آل عمران: ۲۸، ط: العلمیہ بیروت۔]

[وکنذا فی: التفسیر الکبیر للطبرانی: ۲/۳۶، ط: دارالکتب الثقافی۔]
[وکنذا فی: فتح القدر بین فنی الروایۃ والدراۃ من علم التفسیر للشوکانی: ۱/۴۱۷، ط: العلمیہ]
قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (الباندة: ۲)

”اور دیکھو نیک اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿قَالَ رَبِّ إِنَّمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيًّا لِلْمُجْرِمِينَ﴾ (القصص: ۱۷)

”کہنے لگے کہ اے پروردگار تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے تو میں بھی آئندہ کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔“

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قال عطاء : فلا يحل لأحد أن يعين ظالماً ولا يكتب له ولا يصحبه وأنه إن فعل شيئاً من ذلك فقد صار معيناً للظالمين وفي الحديث : ”ينادي مناد يوم القيامة أين الظلمة وأشباه الظلمة وأعوان الظلمة حتى من لاق لهم دواة أو برى لهم قلماً فيجمعون في تابوت من حديد فيرمى به في جهنم“ ويروى عن النبي (صلى الله عليه وسلم) أنه قال : ”..... من مشى مع ظالم ليعينه على ظلمه أزل الله قدميه على الصراط يوم تدحض فيه الأقدام“ وفي الحديث : ”من مشى مع ظالم فقد أجم“۔

”حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ؛ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ظالم کی اعانت کرے یا اس کے کسی معاملے کو لکھے یا اس کی صحبت اختیار کرے، جس نے ان میں سے کوئی بھی کام کیا وہ ظالموں کا مددگار شمار ہوگا، چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ”قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ کہاں ہیں ظالم لوگ؟ اور ان کے مددگار؟ یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے ظالموں کے دوات قلم کو درست کیا ہے، وہ سب لوہے کے ایک تابوت میں جمع کر کے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے“ ایک دوسری روایت میں آنحضرت ﷺ سے منقول ہے کہ: ”جو شخص کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لیے چلا تو جس دن لوگوں کے قدموں میں ایک جگہ ٹھہرنے کی طاقت نہیں ہوگی (یعنی قیامت کے دن) اس دن اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو پل صراط سے پھسلا دے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ: ”جو شخص کسی ظالم کے ساتھ چلا (اس کی مدد کرنے کے ارادے سے) وہ مجرم ہے۔“

[الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۲۶۳/۱۳، القصص: ۱۷، ط: الهيئة المصرية العامة للكتاب]

معجم کبیر للطبرانی میں ہے:

”إن أوس بن شرحبيل أحد بني المجمع حدث أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: من مشى مع ظالم ليعينه وهو يعلم أنه ظالم فقد خرج من الإسلام۔“

”اوس بن شرحبیل سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ظالم کو ظالم سمجھتے ہوئے اس کی مدد کے لیے اس کے ساتھ چلا تو وہ اسلام سے نکل گیا۔“

امریکہ و نیوکی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کنٹینروں کے متعلق اہم فتویٰ ----- فاسئلوا اهل الذکر

[المعجم الكبير للطبراني: ۱/۱۷۴، رقم الحديث: ۶۱۸، باب لمن أعان ظالمًا من العقوبة، مسند

أوس بن شرحبيل، ط: العلمية، بيروت]

مذکورہ بالا تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ظالم و غاصب امریکی فوجیوں کے لیے سامان لے جانا یا کسی بھی طرح ان کی مدد کرنا ناجائز و حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

”ليس للتاجر أن يحمل إلى دار الحرب ما يستعين به أهل الحرب على الحرب من الأسلحة..... وكل ما يستعان به في الحرب؛ لأن فيه إمدادهم وإعانتهم على حرب المسلمين“۔

”کسی تاجر کو جائز نہیں کہ وہ ایسی کوئی چیز (فروخت کرنے کے لیے) دار الحرب لے کر جائے جو لڑائی میں کافروں کے کام آسکے، جیسا کہ اسلحہ اور جنگ سے متعلقہ ہر شے؛ کیونکہ ایسا کرنا مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کفار کی مدد و اعانت کے مترادف ہے“۔

[بدائع الصنائع: ۱۰۲/۷، ط: سعید]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا بأس بأن يحمل المسلم إلى أهل الحرب ما شاء إلا الكراع والسلاح والسبي..... المراد من الكراع الخيل والبغال والحمير والإبل والثيران التي يحمل عليها المتاع ويستعمل في الحرب“۔

”مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ گُراع (مخصوص جانوروں)، اسلحے اور قیدیوں کے علاوہ جو چاہے دار الحرب لے جاسکتا ہے..... یہاں گُراع سے مراد گھوڑے، خچر، گدھے، اونٹ اور نیل مراد ہیں جن پر سامان لاداجاتا ہے اور وہ لڑائی میں استعمال ہوتے ہیں“۔

[مندیہ: ۲/۲۳۳، ط: رشیدیہ]

[كذا في: الشامي: ۱۳۴/۴، كتاب الجهاد- مطلب في بيان نسخ المثلة، ط: سعید۔

وكذا في: التاتارخانية: ۲۸۱/۵، ط: إدارة القرآن]

لہذا صورتِ مسئلہ میں جو لوگ غاصب و ظالم نیویا امریکی فوجیوں وغیرہ کے لیے امدادی سامان کے کنٹینر چلا کر لے جاتے ہیں (خواہ وہ ان کنٹینروں کے خود مالک ہوں یا صرف ڈرائیور ہوں بہر صورت) وہ بالواسطہ ان فوجیوں کی مسلمانوں کے خلاف مدد کر کے بہت بڑے جرم اور حرام کے مرتکب ہو رہے ہیں!

امریکہ و نیوزیکی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کنٹینروں کے متعلق اہم فتویٰ ----- فاسئلوا اهل الذکر

لہذا اگر مجاہدین جنگ زدہ علاقہ میں مذکورہ امدادی سامان کے کسی کنٹینر اور اس کے ڈرائیور کو پکڑ لیں تو ان کے لیے اس کنٹینر کے ڈرائیور کو قید کرنا اور اگر ضروری ہو تو قتل کرنا بھی جائز ہے تاکہ آئندہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے دشمن کی مدد نہ کر سکے!

جیسا کہ غزوہ بدر کے موقع پر مکہ مکرمہ میں مقیم وہ مسلمان جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی ان میں سے بعض نے کسی وجہ سے کفار کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا اور کفار کی مدد کی تھی، چنانچہ حضور ﷺ نے ان کے مسلمان ہونے کی بالکل رعایت نہیں کی بلکہ بعض کو جنگ کے دوران قتل کر دیا گیا اور بعض کو قید کر لیا گیا۔ خود حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کفار مکہ کی اعانت و نصرت اور ان کے ساتھ مل کر لڑنے کی وجہ سے قید کیے گئے، حالانکہ وہ پوشیدہ طور پر دل سے اسلام لا چکے تھے اور قید ہونے کے بعد حضور ﷺ کے سامنے اس کا اقرار بھی کر رہے تھے۔ اس کے باوجود انہیں قید کیا گیا اور حضور ﷺ نے خود ان سے فدیہ وصول کرنے کا تاکید حکم فرمایا۔

بہر حال! ایسے مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ نے بھی کوئی عذر قبول نہیں فرمایا، چنانچہ قرآن کریم میں

ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (النساء: 97)

”بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو وہ (ان سے) کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سر زمین میں محض مغلوب تھے، وہ کہتے ہیں: کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی، تم کو ترک وطن کر کے اس میں چلا جانا چاہیے تھا، سو ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جانے کے لیے وہ بری جگہ ہے۔“

تفسیر خازن میں ہے:

”إن الذين توفاهم الملائكة..... الآية نزلت في أناس تكلموا بالإسلام ولم يهاجروا---- فلما خرج المشركون إلى بدر خرجوا معهم فقتلوا مع

امریکہ و نیوی کی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کنٹینروں کے متعلق اہم فتویٰ ----- فاسئلوا اهل الذکر

الکفار فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَىٰ هَذِهِ الْآيَةَ: إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمْ... الْآيَةُ وَقِيلَ: ”ظَالِمِي أَنْفُسَهُمْ” بخروجهم مع المشركين يوم بدر وتكثير سوادهم حتى قتلوا معهم.... الخ“۔

”یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے زبان سے اسلام کا اقرار کیا تھا مگر ہجرت نہیں کی تھی۔ پس جب کفار بدر کے لیے روانہ ہوئے تو یہ لوگ بھی ان کے ہمراہ چلے آئے، اور انہی کے ساتھ مارے گئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمْ... اور آیت میں وارد ”ظالمی أنفسہم“ کی تفسیر میں یہ قول بھی ہے کہ چونکہ وہ بدر کے دن مشرکین کے ہمراہ جنگ کے لیے نکلے اور ان کی تعداد میں اضافہ کا سبب بنے یہاں تک کہ کافروں کے ہمراہ قتل بھی ہوئے لہذا وہ ظالم ہیں۔“

[لباب التأویل فی معانی التنزیل، المعروف بالخازن: ۱۴۲/۲۔ ط: العلمیة]

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے:

”قوله تعالى: قالوا ألم تكن أرض الله واسعة فتهاجروا فيها..... ۵۹.۳..... عن السدي قال: لما أسر العباس وعقيل ونوفل قال رسول الله ﷺ للعباس: أفد نفسك وابن أخيك، قال يا رسول الله ألم نصلى قبلك ونشهد شهادتك؟ قال يا عباس: إنكم خاصمتهم فخصمتهم، ثم تلا عليه هذه الآية: ’ألم تكن أرض الله واسعة فتهاجروا فيها..... الخ“۔

”آیت قالوا ألم تكن أرض الله واسعة فتهاجروا فيها..... کی تفسیر: سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ، عقیل اور نوفل گرفتار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس سے فرمایا: اپنے اور اپنے بھتیجے کے بدلے فدیہ دو۔ وہ کہنے لگے: اے رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کے قبلے کی جانب نماز نہیں پڑھتا اور کیا میں وہی گواہی نہیں دیتا جو آپ دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عباس! چونکہ تم نے لڑائی کی، سو تمہارے ساتھ لڑائی کی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

”ألم تكن أرض الله واسعة فتهاجروا فيها..... الخ“

[تفسیر ابن ابی حاتم الرازی، ۱۲۲/۳، ۱۲۳، النساء: ۹۷۔ ط: العلمیة، بیروت]

فتح الباری میں ہے:

”باب: إن الذين توفاهم الملائكة ظالعي أنفسهم الآية: ٤٥٩٦: عن محمد بن عبد الرحمن أبو الأسود قال: قطع على أهل المدينة بعث فاکتبت فيه، فلقيت عكرمة مولى ابن عباس فأخبرته، فنهاني عن ذلك أشد النهي، ثم قال: أخبرني عباس أن ناسا من المسلمين كانوا مع المشركين يكثر سواد المشركين على رسول الله ﷺ، يأتي السهم يرمى به فيصيب أحدهم فيقتله أو يضرب فيقتل، فأنزل الله: إن الذين توفاهم الملائكة، رواه الليث عن أبي الأسود..... وغرض عكرمة إن الله ذم من كثر سواد المشركين مع أنهم كانوا لا يريدون بقلوبهم موافقتهم، قال: فكذلك أنت لا تكثر سواد هذا الجيش وإن كنت لا تريد موافقتهم: لأنهم لا يقاتلون في سبيل الله“۔

”باب إن الذين توفاهم الملائكة ظالعي أنفسهم الآية: محمد بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کو ایک لشکر تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے بھی اس میں اپنا نام لکھوا دیا۔ پھر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے ملا تو میں نے آپ رضی اللہ عنہما کو اس بات کی خبر دی۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہما نے مجھے شدت کے ساتھ ایسا کرنے سے منع کیا اور پھر کہنے لگے: مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ (بدر کے دن) مشرکین کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے نکلے اور ان کی تعداد میں اضافے کا باعث بنے۔ پھر ان میں سے کسی کو تیر لگا اور وہ مارا گیا، اور کوئی تلوار کی ضرب لگنے سے جان سے گیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ إن الذين توفاهم الملائكة وہ لوگ جنہیں فرشتوں نے مارا، وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔“

اس واقعے کے ذریعے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین کی تعداد میں اضافے کا باعث بننے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، چاہے وہ دل سے ان مشرکین کے ساتھ راضی نہ ہوں۔ اسی وجہ سے آپ رحمہ اللہ نے راوی سے فرمایا:

امریکہ و نیو کی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کنٹینرز کے متعلق اہم فتویٰ ----- فاسئلوا اهل الذکر

اسی طرح تم (اس لشکر میں شامل ہو کر) اس کی تعداد مت بڑھاؤ جبکہ تم ان سے متفق نہیں ہو، کیونکہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں نہیں لڑ رہے۔“

[فتح الباری: ۹/۲۲۴، ۲۲۳، کتاب التفسیر، النساء: ۹۷ ط: العلمیة، بیروت]

البدایہ والنہایہ میں ہے:

”وقد ذکر ابن إسحاق فیمن قتل يوم بدر مع المشركين ممن كان مسلماً ولكنه خرج معهم تقية منهم لأنه كان فيهم مضطهداً قد فتنوه عن إسلامه جماعة منهم، الحارث بن زمة بن الأسود، وأبو قيس بن الفاكه [وأبو قيس بن الوليد بن المغيرة] وعلي بن أمية بن خلف، والعاص بن منبه بن الحجاج. وفيهم نزل قوله تعالى: (الذين توفاهم الملائكة ظالمي أنفسهم) --- الآية وكان جملة الأسارى يومئذ سبعين أسيراً --- منهم من آل رسول الله صلى الله عليه وسلم عمه العباس بن عبد المطلب، وابن عمه عقيل الخ“۔

”ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ان مسلمانوں کا تذکرہ کیا ہے جو اپنے اسلام کو چھپاتے ہوئے بدر کے روز مشرکین کے ہمراہ نکلے تھے اور پھر انہی کے ہمراہ مارے گئے۔ یہ لوگ اہل مکہ کے درمیان ذلت کی زندگی گزار رہے تھے، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو اسلام کے سبب اذیتیں بھی دی گئیں۔ ان مارے جانے والوں میں حارث بن زعمہ بن اسود، ابو قیس بن فاکہ (ابو قیس بن ولید بن مغیرہ)، علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج شامل ہیں۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: الذین توفاهم الملائكة الظالمی أنفسهم --- الآية۔ نیز بدر کے روز کل ستر افراد مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، ان میں رسول اللہ ﷺ کے خاندان میں سے آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بھتیجے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔“ (حضرت عقیل اس وقت مسلمان نہ تھے، بعد میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور کچھ کے مطابق آپ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ مدیر)

[البدایہ والنہایہ، المجلد الثانی، الجزء: ۱/۲۹۶، ۲۹۷، غزوة البدر العظمی، طرح رؤوس الکفر فی بئر، قبل فصل: وقد اختلف الصحابة في الأسارى، ط: دارالریان للتراث، وفيه أيضاً: المجلد الثاني: الجزء: ۱/۳۰۰ أيضاً، ط: دارالریان للتراث]

امریکہ و نیو کی افواج کے لیے سامان لے جانے والے کنٹینروں کے متعلق اہم فتویٰ ----- فاسئلوا اهل الذکر

درج بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ: جو مسلمان کسی بھی طرح کفار کی مدد و اعانت کریں خواہ ان کے ساتھ لڑائی میں شامل ہو کر، خواہ لڑائی کا سامان ان تک پہنچا کر بہر صورت وہ بھی انہیں کفار کی طرح اسلام کے دشمن اور شریعت کی نگاہ میں مجرم ہیں، چنانچہ اگر ایسے مسلمان جنگ زدہ علاقے میں پکڑے جائیں تو انہیں قید کرنا اور اگر ضروری ہو تو قتل کرنا شرعاً جائز ہے، پھر قید کی صورت میں اگر تاوان لے کر چھوڑنا مناسب ہو تو اس کی بھی اجازت ہے۔

۳۔ کنٹینر کا حکم بھی وہی ہے جو اس میں موجود سامان کا ہے، یعنی اگر جنگ زدہ علاقہ میں مجاہدین اس کنٹینر پر قبضہ کر لیں تو وہ اس کے اندر موجود سامان کی طرح اس کنٹینر کو بھی بطور غنیمت لے سکتے ہیں۔

فقط، واللہ اعلم

کتبہ

محمد ولی اللہ حسین

المتخصص في الفقه الإسلامی

جامعة العلوم الإسلامية

علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ / ۲۴ اگست ۲۰۱۰ء